ڈاکٹر ابصار احمد

حکمت و عبر

خُدا نے انسان کی ہدایت کے لئے غیر معمولی انتظامات کئے ہیں۔ کائنات میں بے حساب پیمانہ پر اپنی نشانیاں پھیلانے کے علاوہ پیغمبروں کے ذریعے اپنی کتابیں اتاری ہیں۔ ان صحف سماوی میں قرآن حکیم وہ منفرد کتاب ہے جس کے متعلق نہ صرف اس کے ماننے والے بلکہ غیر مسلم علماء و مفکرین نے بھی کامل وثوق کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ یہ ہمارے پاس اسی صورت میں محفوظ و مامون ہے جس صورت میں یہ رسول اکرمؐ کی زبان مبارک پر وحی ربانی کے ذریعے سے جاری ہوتی تھی۔ دوسرے دینی صحف کے بارے میں جدید تحقیق و تنقید نے واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ زمانے کی دست بُرد اور انسانی مصلحتوں کے تحریفی عمل نے ان کے اصل متون کی حدود کو دھندلا کر دیا ہے۔ قرآن کریم نہ صرف تحریری شکل میں اپنی ازلی آب و تاب کے لئے ہمارے لئے بصیرت افروز ہے بلکہ وہ حفاظ کے سینوں میں بھی من و عن موجود ہے جن کا غیر منقطع سلسلہ عہد نبوت سے لے کر آج تک اس کتاب مقدس کی سالمیت اور حفاظت کی روشن دلیل ہے۔ ارشاد خداوندی ——
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر: ۹) کے مطابق اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود مشیت ایزدی کا ایک پہلو ہے۔ کیونکہ اس کے لئے سلسلہ وحی کے آخری صحیفہ کا مقام مقدر ہو چکا تھا۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی مشہور تصنیف "الفوز الکبیر" میں لکھتے ہیں کہ نزول قرآن کا اصل مقصد نفس انسانی کی تہذیب اور باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے۔ قرآنی نقطہ نگاہ سے حیات ایک وحدت ہے اور اس لئے تعلیمات قرآنی جسم و روح کے تمام تقاضوں پر محیط ہیں۔ جدید سیکولر نظریات کے برخلاف اسلام کے مثالی نظام کے تحت عملی دنیا میں قیصر اور خدا کی دوئی کا امکان نہیں۔ تمام کائنات میں خدائی قانون کی بالادستی ایک بنیادی حقیقت ہے۔ اور اس

کا اطلاق تمام انسانوں پر رقبہ، قوت، رنگ، نسل، زبان اور جغرافیہ کی تفریقات کے باوجود یکساں طور پر ہوتا ہے۔ اس انقلاب انگیز نظریہ کی حامل یہ جامع کتاب ہر زمانہ میں علماء و فضلاء کے لئے جاذب توجہ رہی ہے۔ اور اس کے غائر مطالعہ سے علم و حکمت کے چشمے ہمیشہ پھوٹتے رہے ہیں۔ اس کے بنیادی فرامین تو لاریب ابدی اور غیر متبدل ہیں لیکن ان کے جزئیاتی، فروعاتی اور اطلاقی پہلو زمان و مکان کے تحولات کے ساتھ ساتھ بہترین دماغوں کو دعوت فکر دیتے رہیں گے۔

خالص علمی سطح پر بھی اب وسیع پیمانے پر یہ بات تسلیم کی جانے لگی ہے کہ عقلِ انسانی کچھ محدودیتوں (Limitations) کا شکار ہے۔ اور اس بنا پر وہ سارے حقائق کا براہ راست احاطہ نہیں کر سکتی۔ خوش قسمتی سے جدید سائنس کا موقف بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ جدید سائنس نے اعتراف کیا ہے کہ حقائق کی مقدار صرف اتنی ہی نہیں جو براہ راست ہمارے حیاتی تجربہ میں آتی ہے۔ بلکہ اس سے آگے اور بھی حقائق ہیں۔ مزید یہ کہ نامعلوم حقائق نہ صرف معلوم حقائق سے مقدار میں زیادہ ہیں بلکہ وہ معلوم حقائق کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور معنی خیز ہیں۔ امریکی پروفیسر فرڈ برتھولڈ نے منطقی اثباتیت کے فلسفہ کو چند لفظوں میں اس طرح سمیٹا ہے: "جو چیز اہم ہے وہ ناقابل دریافت ہے اور جو چیز قابلِ دریافت (Knowable) ہے، وہ اہم نہیں"۔ چنانچہ مغرب کے اہل دانش اب اس بات کے قائل ہوتے جا رہے ہیں کہ یہ فرض کر لینا بالکل غلط تھا کہ سائنس ہمیں نہائی حقیقت (Ultimate reality) یا خیر (Good) کے بارے میں کوئی حتمی علم دے سکتی ہے۔ ایک دوسری عصری فلسفیانہ تحریک جسے وجودیت کہا جاتا ہے، وہ بھی بالآخر اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ انسان کا محدود علم خیر کا ایسا معیار (Norm) معلوم نہیں کر سکتا جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔

زیر نظر رسالہ بھی اسی یقین و تیقن کی پیداوار ہے کہ دین اسلام اور کتاب متین کی صداقتیں نہ صرف یہ ہے کہ فی نفسہ ابدی و سرمدی ہیں بلکہ ان کی حقانیت کا ثبوت انسانی سوچ و فکر اور سائنسی تحقیق و جستجو بھی تا قیام قیامت فراہم کرتی رہیں گی۔ ■■■